السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

درالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ 8 ذی قعدۃ 1365ھ

مخزن الأحادیث والقرآن ، مظہر الدلائل والبرہان حضرت المکرم / زاد مجدکم

السلام علیکم!..............................مزاج اقدس

بندہ عاجزامسال ندوۃ العلماء میں مصروف تعلیم ہے۔ عاجز کے لیے ہر حیثیت سے آپ جیسی ذی علم وبزرگ ہستیوں کے علمی فیض باعث عروج اورخدمت صد شرف تھی، اورجناب والد صاحب بھی آپ کے گھوارہ فیوض وبرکات سے الگ رہنے کی رائے نہ دیتے، لیکن احقر کی ناتجربہ کاری پر محمول فرمائیے کہ اسے ادبی ذوق اورکچھ انگلش کے شوق نے ''ندوۃ العلما،، پہنچا دیا۔

یہاں درس حدیث ایک محدث شاہ حلیم عطا صاحب دیتے ہیں، جوندوۃ اور متعلقات ندوہ میں حفظ حدیث و تحقیق حدیث میں یگانہ زمان گنے جارہے ہیں۔ محدث موصوف ایک دن درس دے رہے تھے کہ اثنائے درس میں ''باب ان الماء لاینجسہ شئی،، (الترمذی کتاب الطہارۃ باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شئی (66)1 95، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ ، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ (66)1 53)آگیا جس میں بئرَ بضاعہ کی حدیث آئی توآپ نے حسب ذیل کلمات ارشادکیے:

بئرَ بضاعۃ کے پانی کی طہارت کے بارے میں حنفیہ متفق الرائے ہیں، کیوں کہ امام طحاوی نے واقدس کی روایت نقل کی ہے جس میں ''طریقا الی البساتین،، (شرح معانی الآثار 1 12) آیاہے، جس سے معلوم ہوتاہے کہ ماء'' بضاعۃ ماء جاری کے حکم میں تھا۔ لیکن چوں کہ واقدی کوجمہور محدثین ''وضاع کذاب،، کہاہے، اس لیے یہ حدیث ''فتح الباری،، سے نقل کی ہے جس کے راوی سہل بن سعد ساعدی ہیں اورجس میں ''طریقا الی البساتین،، آیا ہے ،، جبھی سے مجھے یہ یقین کامل ہوگیاکہ واقعی بئرَ بضاعہ کا پانی جاری تھا۔

اتنا فرمانے کے بعد محدث موصوف نے فرمایاکہ: شاہ صاحب کی تحقیق مذکور کاجواب میں نے اب تک اہل حدیثوں کے طرف سے نہیں دیکھاہے، پھر میری طرف سے مخاطب ہوئے کہا: اگر تمہیں معلوم ہوتوبتاؤ ورنہ کسی صاحب سے اس کے متعلق معلوم کرو!!۔

مولانا المکرم !ندوۃ میں فرقہ وارانہ تعصب بالکل نہیں ہے، تحقیق مسائل بآزادی ہوتی ہے۔ لہذا بأدب گزارش ہے کہ اس کاجواب باصواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں۔ مولوی صاحب نے دوتین بارتاکیداً فرمایاکہ: اس کاجواب ضرور معلوم کرو، اس لیے مجبوراً آپ کوتکلیف دی ہے۔ حدیث کاحوالہ درج ذیل ہے:

فتح الباری، کتاب الاستیذان ، باب تسلیم الرجال علی النساء ، راوی سہل بن سعد الساعدی، صفحہ غالبا 923 ہے۔

ذاکرابن مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری ذاکراللہ خان ذاکر، درجہ ہفتم، شبلی ہوسٹل ،ندوۃ العلماء بادشاہ باغ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

آپ نے لکھاہے کہ ''مولانا ممدوح نے مجلس درس میں فرمایاکہ: میں نے ''فیض الباری،، مصنفہ مولانا انورشاہ صاحب میں دیکھاکہ آپ نے ایک حدیث فتح الباری سے نقل کی ہے جس کے راوی سہل بن ساعدی ہیں اورجس میں ''طریقاالی البساتین،، آیاہے، جبھی سے مجھے یہ یقین کامل ہوگیاہے کہ واقعی بئرَ بضاعہ کاپانی جاری تھا، پھر آپ نے لکھاہے:؛ ''مولانا ممدوح نے اس کے بعد فرمایاکہ شاہ صاحب کی مذکورہ تحقیق کاجواب، میں نے اب تک اہل حدیثوں کی طرف سے نہیں دیکھا، پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایاہے کہ: اگر تمہیں معلوم ہوتوبتاؤ، ورنہ کسی صاحب سے اس کاجواب ضرور معلوم کرو۔،،

اول: حافظ نے ''فتح،، میں برویت سہل بن سعد، بئرَ بضاعۃ سے متعلق ایسی رویت نقل کی ہے جس میں ''طریقاالی البساتین،، کالفظ آیاہے جس سے معلوم ہوتاہے کہ بئرَ بضاعہ کاپانی ماء جاری کے حکم میں تھا۔

دوم: بنابریں حدیث بئرَ بضاعہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔ اورعلماء اہل حدیث کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ اب تک ممدوح کی نظر سے نہیں گزری اوراب آپ کے توسط سے اس کاجواب طلب کررہے ہیں۔

بہتر ہوگاکہ اگر میں فیض الباری کی عبارت نقل کردوں، کیوں کہ اسی پر مولانا موصوف کی تحقیق بھی مبنی ہے۔ صاحب ''فیض الباری،، فرماتے ہیں:

قولہ: ''علی أربعاء فی مزرعۃ،، وکانت تلک المزرعۃ، تسقی من بئرَ بضاعۃ، کما عندالبخاری 2/923، فی 'کتاب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال،، عن سہل قال: کنا نفرح بیوم الجمعۃ، قلت: ولم؟ قال: کانت عجوزلنا ترسل إلی بضاعۃ الخ، ولیس التصریح بہ، إلافی ہذاالموضع، نبہ علیہ یاقوت الحموی فی ''معجم البلدان،، ولم ینبہ علیہ غیرہ، وہذا ہومراد الطحاوی، بکونہ جاریا فی البساتین، أی کانت المزارع تسقی منہا، فلم یکن الماء یستقرفیہا، کان الماء ینبع فیہا

من التحت، ويخرج من الفوق، وهوايضا نوع من الجريان، والناس لما يدركوا مراده طعنوا عليه،، (فيض الباری 348/2)-

صاحب فیض الباری نے تقریر ترمذی میں کچھ یونہی فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''وادعى الطحاوی أن الانجاس كانت تخرج، وقال: إن بئر بضاعة، كانت جارية، وأن الآبار جارية، ولم يدرک مراد جريانه بعضهم، فإن مراده بالجريان إخراج الماء لا أن يخرج الماء بنفسه...... (إلى أن قال) وأنا حج على الجريان المذكور بمافي البخاری ص: 923 وص: 148 أن بئر بضاعة يسقى منها البساتين،، العرف الشذی ص: 40).

واضح ہو کہ بئر بضاعہ سے متعلق ''كانت طريقا للماء الى البساتين،، کے الفاظ ''فتح الباری یا ''صحیح البخاری،، بلکہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں، الا مارواہ الطحاوی فی مشکلہ بسندہ عن الواقدی، بلکہ میں نے آپ کو یقین دلاتا ہوکہ لغت اور تاریخ کی کتابوں میں بھی یہ جملہ یا اس کے ہم معنی الفاظ نہیں ملیں گے۔

پس الفاظ مذکور کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ وہ ''فتح الباری،، یا ''بخاری،، میں موجود ہیں غلط ہے، اسی طرح صاحب ''فیض الباری،، کا ''صحیح بخاری،، کے حوالے سے اس امر کی تصریح کرنا ''وكانت تلک المزرعة تسقى من بئر بضاعة كما عند البخاری ص 72 923 فی باب تسليم الرجال على النساء الخ (فیض الباری) یا یہ کہنا کہ ''انا احج على الجريان المذكور بمافي البخاری ص 923 وص 128: ''ان بئر بضاعة يسقى منها لمافي البساتين،، (العرف الشذی ص 40:)

خلاف واقعہ ہے صحیح بخاری کی کسی روایت میں بھی یہ مضمون بصراحت موجود نہیں ہے، اورنہ ہی حافظ نے فتح الباری،، میں اس مضمون کی کوئی روایت پش کی ہے۔ ''صحیح بخاری،، ''کتاب الجمعہ،، میں حدیث سہل بن سعد کے الفاظ یہ ہیں '' «كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ،، الحديث (فتح الباري (938) 2/427) اور ''کتاب الاستیذان،، باب تسلیم الرجال علی النساء) کے الفاظ یہ ہیں: ''كانت عجوز لنا ترسل إلى بضاعة، قال ابن سلمة (القعنبی شیخ البخاری): نخل بالمدينة، فتأخذ من أصول السلق.......... الحديث اور حافظ کہتے ہیں کہ: ''وَالْمُرَادُ بِالنَّخْلِ الْبُسْتَانُ وَلِذَلِكَ كَانَ يُؤْتَى مِنْهَا بِالسِّلْقِ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي كِتَابِ الْجُمُعَةِ أَنَّهَا كَانَتْ مَزْرَعَةً لِلْمَرْأَةِ الْمَذْكُورَةِ وَفَسَّرَهَا غَيْرُهُ بِأَنَّهَا دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ وَبِهَا بِئْرٌ مَشْهُورَةٌ وَبِهَا مَالٌ مِنْ أَمْوَالِ الْمَدِينَةِ كَذَا قَالَ عِيَاضٌ وَمُرَادُهُ بِالْمَالِ الْبُسْتَانُ وَقَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بَيَانٌ أَنَّ بِئْرَ بُضَاعَةَ بِئْرُ بُسْتَانٍ،، (فتح (6248) 11/33)-

ان دونوں روایتوں میں مع عبارت ''فتح،، کے، صرف اتنا منصوص ہے کہ بضاعۃ کے نام کا مدینہ میں کھجور کا ایک باغ تھا، جس میں ترکاری کاشت کرنے کے قابل زمین تھی اور عجوز مذکورہ اس کی نہروں کے کنارے چقندر کی کاشت کرتی تھی اور اس کا اقرار ہر شافعی، حنبلی، مالکی اور اہل حدیث عالم کو ہے کہ ''بئر بضاعۃ،، باغ کا کنواں تھا، ان کے نزدیک تو بئر بضاعہ کا بئر بستان ہونا مسلمات سے ہے (درایۃ)۔

عہد نبوی میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہیں تھا جیسا کہ وہ آج کل ہے یا جس طرح کے گنجان محلوں کے مجموعوں کے ہم عادی ہیں، اوس زمانہ میں وہاں عرب ویہود کے قبائل آباد تھے اور ہر قبیلہ یا محلّہ یا گاؤں کو ''دار،، کہتے تھے دوسرے سے الگ، اور فرلانگ دو فرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا، اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبل عیر سے جبل ثور تک برابر پھیلا ہوا تھا، اور انہیں دو پہاڑوں سے محدود ہونے والے میدان میں جو دس میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے اور جو بالکل ہموار بھی نہیں ہے، مدینہ کی آبادی آج کل کی شہری آبادی کی طرح نہ ہونے، بلکہ الگ الگ گاؤں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے امام ابن حزم نے گاؤں میں جمعہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ ان گاؤں کی حالت یہ تھی کہ ان میں ایک زیادہ پانی کے کنوئیں ہوتے، رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے ہوتے، ہر گاؤں مین برج کو وضع کی مستحکم عمارتیں ہوتیں جن کو آطام کہا جاتا اور یہ دو منزلہ ہوتے، ان آطام کے اندر اکثر پانی کنویں ہوتے، ان منتشر اور دور دور بسے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد وقبائل کے باغ تھے، عموماً ان کے احاطوں کی دیواریں پتھروں کی بنائی جاتی تھیں، یہ باغ آبادی کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے، مدینہ کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنوساعدہ رہتے تھے جن کا سقیفہ اب تک موجود ہے، غرض کہ شہر مدینہ سے محلوں یا گاؤں پر مشتمل تھا اور ان گاؤں کے درمیان کافی مسافت ہوتی اور یہ درمیانی زمین باغات اور نخلستانوں کی صورت میں ہوتی، جن کی دیواریں حجری ہوتیں، ان باغات میں پختہ اور وسیع کنویں اب بھی موجود ہیں۔

پس ''بضاعہ،، بنوساعدہ کے محلہ کا نام ہے (معجم البلدان 1 442، وبذل المجهود 1 43، وفتح الباری 11 34) یا ان کے باغ کا، بہرحال وہاں کنواں تھا جس کا تعلق بنوساعدہ کے نخلستان سے تھا، لیکن بئر بضاعہ کے متعلق فقط ''بئر بستان،، ہونے کی تصریح اور چیز ہے اور ان کنویں سے باغ اور کھیت سیراب کیے جانے کی تصریح اور چیز ہے، صحیح بخاری (کتاب الاستئذان، باب تسلیم الرجال علی النساء: 7 131)، سنن ابوداؤد (کتاب الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة (66) 1 53) اور فتح (11 34) میں اول کی تصریح ہے اور دوسرے سے سکوت ہے، پھر یہ دعوی کہ ''بخاری،، یا ''فتح،، میں بئر بضاعہ سے باغ اور کھیت کا سیراب کیا جانا مذکور ہے۔ بلاشبہ غلط ہے۔ یہ بات ہے کہ باغ کا کنواں باغ کو سیراب کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن یہ محض استنباط ہے نص نہیں، اور کلام کے منصوص ہونے میں اس امر مستنبط (کون ماء البئر فی حکم الماء الجاری ليسقى البستان والمزرعة منها) سے حنفیہ کا مدعی ثابت ہونے میں ہے۔ کما سیاتی فلا تعجل.

صاحب ''فیض الباری،، کا یہ دعوی کہ بخاری میں بئر بضاعہ کے متعلق اس امر کی تصریح آجانے پر کہ اس سے کھیتی سیراب کی جاتی تھی یاقوت حموی نے آگاہ کی ہے، اور ان کے علاوہ کسی اور نے متنبہ نہیں کیا ہے، بھی غلط ہے۔ (معجم البلدان 1 442) میں صرف اس قدر مذکور ہے: بضَاعَةُ: بالضم وقد كسره بعضهم، والأول أكثر:

وهی دار بنی ساعدة بالمدينة وبئرها معروفة، فيها أفتى النبی، صلى الله عليه وسلم، بأن الماء طهور ما لم يتغير، وبها مال لأهل المدينة من أموالهم، وفی کتاب البخاري تفسير القعنبی: لبضاعة نخل بالمدينة،، انتهى.

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ بضاعہ بنوساعدہ کے گاؤں کا نام ہے جہاں ان کا مشہورہ کنواں ہے اور اس گاؤں میں ان کا باغ بھی ہے، پھر صحیح بخاری کے حوالے سے قعنبی کی تفسیر نخل بالمدینۃ نقل کی ہے، اس عبارت میں کہیں یہ مصرح نہیں ہے کہ اس کنویں سے بنوساعدہ کا نخلستان سیراب کیا جاتا تھا، پس حموی کی طرف اس کی نسبت کرنا خطا بر خطا ہے، پھر بئر بضاعہ کے بئر نخل یا بئر حائط (باغ) ہونے کی تصریح یاقوت حموی (المتوفی 626ھ) سے پہلے امام ابوداؤد (275ھ) اور امام طحاوی (3219) اور حافظ اسماعیلی (م: 371ھ) اور قاضی عیاض (م: 544ھ) کر چکے ہیں، پس یہ کہنا ''نبہ علیہ یاقوت الحموی فی معجم البلدان ھ، ولم ینبہ علیہ غیرہ،، کیوں کہ کر صحیح ہوسکتا ہے؟

یہاں تک سمع خراشی فقط اس لیے کی گئی ہے کہ تاکہ صاحب ''فیض الباری امالی علی صحیح البخاری،، کے مشہود قوت حافظہ کا کرشمہ ظاہر ہوجائے، اور یہ معلوم ہوسکے کہ مرحوم اپنے حافظہ پر اعتماد کرکے کس طرح استنباط واستدلال کیا کرتے تھے، اور استنباط کو کس طرح نص ظاہر کردیا کرتے ہین ''العرف الشذی،، میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

اب رہا دوم یعنی: یہ دعوی کہ بئر بضاعہ کے بئر بستان ثابت ہوجانے سے حدیث مذکور مسلک اہل حدیث وشوافع وحنابلہ کے خلاف ہوجاتی ہے۔ اور حنفیہ کے موافق ''ولا تكون بئر البستان الا لسقى الاشجار، فيكون ماءها فی حکم الماء

الجاری،، تو واضح ہو کہ یہ بحث بہت طویل الذکر ہے، مختصراً کچھ عرض کیا جاتا ہے:

بعض علماء اہل حدیث کے نزدیک محقق ومختار مالکیہ کا مذہب ہے، یعنی: وہ قلیل اور کثیر کے درمیان فرق نہیں کرتے اور نجاست وطہارت ماء میں فقط تغیر وعدم تغیر وصف بحسب الحس کا لحاظ کرتے ہیں، اور اکثر علماء اہل حدیث کی تحقیق اس مسئلہ میں شوافع وحنابلہ کے موافق ہے، حدیث قلتین ان کے نزدیک بھی قابل اعتماد اور غیر مجمل ہے، اور ماء قلیل وکثیر کے درمیان فرق کرنے کی دلیل صریح امام ابو حنیفہ کے نزدیک اصل مذہب اور اصح قول کے مطابق طہارت ونجاست میں مبتلی بہ کے ظن غالب اور اکبر رائے کا اعتبار ہے فان ظنه نجساً کان نجساً، وان طاهر افطاهراً.

ففی الدر المختار (1/177): ''والمعتبر فی مقدار الراکد أکبر رأی المتبلی به فیه، فان غلب علی ظنه عدم وصول أی وصول النجاسة الی الجانب الآخر جاز وإلا، هذا ظاهر الروایة عن الإمام، وإلیه رجع محمد، وهو الأصح کما فی الغایة وغیرهما، وحقق فی البحر أنه المذهب وبه یعمل،، انتهی، واکثر ابن نجیم فی النقول عن العلماء الحنفیة فی أن العبرة عندهم لرأی المبتلی به.

غرض یہ حنفیہ تحدید کے قائل نہیں ہیں اور نہ وہ تغیر وعدم تغیر لسبب الحس کا لحاظ کرتے ہیں، قال فی ''البحر الرائق،، بعد ذکر دلائل مذهبه: ''الحاصل أنه حیث غلب علی الظن وجود نجاسة فی الماء، لایجوز استعماله لهذا الدلائل، لافرق بین ان یکون قلتین أو اکثر أو اقل، تغیر أولا، وهذا هو مذهب أبی حنیفة، والتقدیر بشیٔ دون شیٔ لایدله من نص ولم یوجد،، انتهی.

اور حنفیہ اگر تغیر وعدم تغیر کا لحاظ کرتے بھی ہیں تو مبتلی بہ کے ظن اور علم کے اعتبار سے کما صرح به صاحب الفیض وغیره فلیتبه علی ذلک.

حدیث بئر بضاعۃ بظاہر مالکیہ کی دلیل ہے کما أقر به صاحب ''الکوکب الدری،، 1/39 وصاحب ''بذل المجهود،، 1/43 وغیرهما إذلم یفرق فیه بین القلیل والکثیر، ولیس فیه مایدل علی التحدید بشیٔ ولا علی إدارة الأمر علی أکبر رأی المبتلی به، بل حکم لطهارة الماء الراکد مطلقاً، إلا اذا تغیر أحد أوصافه اسی لیے قائلین تحدید شوافع وغیرہم کو حدیث مذکور کو اپنے اپنے مذہب کی رعایت وحمایت میں توجیہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

چنانچہ شوافع وحنابلہ نے حدیث قلتین کی روشنی میں اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ قائل نے بئر بضاعہ کے اس پانی کے متعلق سوال کیا تھا جو انجاس مذکورہ فی الحدیث کو کنویں میں گرنے کے وقت موجود تھا، اور جس سے مذکورہ نجاست کی چیزیں گرتے ہی نکال دی جاتی تھیں، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الماء لاینجسه شیٔ،، الماء کا الف لام عہد خارجی ہو کما ھو الظاہر تو مطلب یہ ہوگا کہ ماء مسؤلہ عنہ سے جب انجاس مذکورہ فوراً نکال دی گئیں، اور پانی میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا تو پانی حسب سابق پاک رہا، کیوں کہ بئر بضاعہ کا پانی کثیر یعنی دوقلہ سے بہت زیادہ تھا، اور انجاس کے گرنے سے جب کہ وہ فوراً نکال دی جاتی تھیں، اس کے اوصاف میں تغیر نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اور اگر الف لام جنس کا ہو تو حدیث قلتین اس کی مخصص ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ: جب کسی مقام میں پانی دوقلہ یا اس سے زیادہ ہو توجب تک وقوع نجاست سے اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کسی ایک وصف میں تغیر نہ ہو جائے، وہ پانی پاک ہے، اور بئر بضاعہ کی پہلی کیفیت تھی کہ اس کا پانی بہت کافی تھا، اور ان نجاستوں کے وقوع اور فوراً اخراج کی وجہ سے اس کے اوصاف میں تغیر نہیں ہوتا تھا۔ لہذا طاہر اور مطہر یا کنویں سے اس پانی کے نکالنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام طحاوی نے حدیث مذکور کا جواب دینے کے لیے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا، جس میں اس نے اس کے متعلق یہ دعوی کیا ہے ''کانت طریقا للماء الی البساتین،، یہ الفاظ بہ ظاہر اس امر پہ دلالت کرتے ہیں۔ واقدی کے نزدیک اس لیے شافعیہ نے عموماً اس کے نہر اور عین جاری ہونے کی نفی اور انکار پر اور عام کنوؤں کی طرح کنواں ثابت کرنے پر زور دیا ہے۔ ،بئر مذکور سیح یا غدیر یا نہر تھا اور یہ چیز نفس الامر کے خلاف ہے

کما صرح به الحافظ فی الدرایة (1/52) والفتح (11/34)، وابوالحسن الماوردی فی کتاب الحاوی من تصنیفة (معجم البلدان 1/443) و ''البیهقی،، فی المعرفة والخطابی وغیرهم اور شوافع واقدی کے الفاظ سے اس مطلب کے سمجھنے میں بلاشبہ معذور ہیں۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ طحاوی نے یہ کہہ دیا ''کانت طریقا إلی البساتین فکان الماء لا یستقرفیها، فکان حکم مائها کحکم ماء الأنهار، اگر واقدی کا مقصود الفاظ مذکورہ سے وہ ہے جو ''طحاوی،، اور صاحب ''ہدایہ،، وصاحب ''فیض الباری،، وصاحب ''بذل المجهود،، وصاحب ''الکوکب الدری،، بیان کرتے ہیں۔ تو اس کے لیے صاحب ہدایہ کے یہ الفاظ مناسب تھے ''إن ماء بئر بضاعة کا جاریا بین البساتین،، (1/18) بہر کیف تفصیر فی التعبیر جو شوافع وغیرہم کی غلط فہمی کا سبب بنی دروغ گو واقدی سے ہوئی ہے یا اس کے شاگرد محمد بن شجاع ثلجی کذاب سے۔ واللہ اعلم۔

طحاوی اور دیگر علماء حنفیہ نے جب یہ دیکھا کہ بئر بضاعہ بئر بستان تھا، اور باغ کا کنواں، باغ اور اس کے قابل کاشت زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے ہوتا ہے، تو یہ یقین کر لیا کہ بئر بضاعہ سے شب وروز ہمیشہ بغیر کسی وقفہ کے پانی نکالے جانے کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔

کنویں کی گہرائی میں چشموں سے نیا پانی آتا رہتا تھا اور اوپر سے ''سوانی،، اور ''نواضح،، کے ذریعہ دن رات نکالا دجاتا تھا۔ اس لیے وہ حکم میں عین ونہر جاری کے تھا یا اس کی گہرائی ہی میں دو راستے تھے ایک مخرج ماء اور دوسرا مدخل ماء (ایک طرف سے پانی نکلتا اور دوسری طرف گھس جاتا۔ ''کما هو مشاهد فی بئر اویس فیجری الماء فیها،، (بذل المجهود 44/1).

اس صورت میں اگر اس کو صحیح مان لیا جائے بضاعہ بلاشبہ سیح ہوجاتا ہے وعلی هذا فیه اعتراف من صاحب ''البذل،، وشیخه صاحب ''الکوکب الدری،، بکون بئر بضاعة کالسیح أو النهر، فلا عتب علی من رد علیهم ذلک من الشافعیه، وأبطل کونها عیناً او نهراً.

حنفیہ کہتے ہیں کہ انجاس مذکورہ کے گرتے ہی بئر بضاعہ کا پانی بسبب تغیر اوصاف کے نجس ہو جاتا تھا۔ امام طحاوی لکھتے ہیں: ''ونحن نعلم أن بئراً لو سقط فیها ماهو أقل من ذلک، لکان محالاً أن لا یتغیر ریح مائها وطعمه، هذا ممایقبل ویعلم، شرح معانی الآثار (1/12) علامہ ابن الترکمانی المارد ینی لکھتے ہیں: ''وقد منا فی أوائل هذا الکتاب، أن الماء الراکد، إذا وقعت فیه تلک الأشیاء، أعنی النتن والحیض والکلاب، فالأظهر أن الأصاف الثلاثة تتغیر، ویؤید هذا ما أسنده البیهقی فیما بعد عن أبی داوٗد السجستانی من قوله: ورأیت فیها ماء متغیر اللون،، انتهی (بیهقی مع الجواهر النقی 1/265) اور چوں کہ بئر بضاعہ سے ہمیشہ اور ہر وقت آب پاشی کے لیے پانی نکالا جاتا رہتا تھا، اس لیے انجاس مذکورہ اور ان کے گرنے کی وجہ سے نجس ہونے والا پانی فوراً نکال دیا جاتا تھا۔ لہذا حدیث مذکور میں سوال اس نئے اور تازہ پانی کی بابت تھا، جو نجس پانی کے اخراج کے بعد نیچے سے نو بنو نکلتا تھ، اور منشا سوال یہ تھا کنویں کو دیواریں نجس پانی سے تر ہو کر نجس ہوجاتی ہیں، اور کنویں میں نجس پانی کا نجس علاقہ نئے پانی سے مل کر اس کو بھی نجس کر دیتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں ایسے کنویں کا پانی کبھی پاک ہی نہیں ہونا چاہیے، چاہے کتنا ہی اس کو صاف کیا جائے، یہ تھا مبتلی بہ صحابہ کا ظن، اب ان کے جواب میں ارشاد ہوا ''الماء لاینجسه شیٔ،، اور چوں کہ لام میں اصل عہد خارجی ہے اس لیے جس نئے تازہ پانی کی بابت شبہ اور سوال تھا جواب میں اسی کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی جب انجاس مذکورہ اور وہ پانی نکال دیا گیا جس میں یہ نجاستیں گری تھیں تو میرے ظن غالب میں داخل بئر سے نکلنے والا نیا پانی پاک ہے اس کے نجس ہوجانے کا شبہ نہیں کرنا چاہیے، ''الجریانه فی البساتین إما بتدارک الإستقاء منها، أو لما فی داخلها من کوة یخرج منها الماء، کما هو مشاهد فی بعض الأبار،، (الکوکت الدری 1/41).

اب اس پر تکلیف توجیہ پر تنقیدی نظر ڈالیے جس میں کئی دعوے کیئے گئے ہیں ۔ سب سے پہلے ان کے اس مذہب پر غور کیجیے ، ہمارے نزدیک یہ مذہب نقلاً اور عقلاً دونوں طرح مخدوش ہے ، نہ یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے ۔ نہ قیاس وعقل سے ، امام محمد نے ''موطا،، میں ، اور ابن انجیم نے ''البحر الرائق ،، میں ، اور ابن الھمام نے ''فتح القدیر ،، میں ، اور امام طحاوی نے ''شرح معانی الآثار ،، میں ، اور صاحب ہدایہ نے ''ہدایہ ،، میں اس مذہب پر جو دلائل پیش کیے ہیں ۔ ان کی تقریر پھر ہر ایک کا جواب وقت اور فرصت چاہتا ہے ، ان کے جوابات کے لیے ''سعایہ ،، اور کتب شوافع اور موالک کی طرف رجوع کیجئے ، مختصر مباحث ''تحفۃ الاحوزی ،، میں بھی ملیں گی ۔

عقلاً : یہ مذہب اس لیے مخدوش ہے کہ اگر اس کو معمول بہ بنا لیا جائے ، تو جس کنویں یا حوض میں نجاست گر جائے اختلاف ظنون وآراء کی وجہ سے اس کے پانی کی طہارت ونجاست کے معاملہ میں اختلاف شدید ہوگا ، اس طرح عام مسلمانوں کی طہارت پھر صلوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں ان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا کما لایخفی علی من لہ ادنی تأمل .

اس مذہب پر اعتماد وعمل تیجہ بد کا حنفیہ کو بھی احساس ہے ، اسی لیے توان کو بھی تحدید (بالعشرۃ فی العشرۃ أو التحریک أو غیرہما) کرنی پڑی ، تاکہ نظام طہارت ونجاست میاہ آباد درست رہے ، لیکن یہ تحدید محض رائے پر مبنی ہے ، کتاب اللہ وسنت اس پر سند نہیں پیش کی جاسکتی ، وقد أقر بہ بعض الحنفیۃ ، فقد قال ''إن علماءنا لما شاہدوا فی مذہب الإمام الذی قدمنا (إدارۃ الأمر علی رای المبتلی بہ) إختلاف أمر العوام ، لبون بعید فی آرائہم ، فمن منجس ماء البحر بالقائہ یدہ النجسۃ فیہ ، ومن مجوز طہارۃ ماء الکوز إذا وقعت فیہ قطرۃ من البول ، حدوا فیہ حدودا ، ینتظم لہا أمرہم ، فمنہم من قدرہ بعشر فی عشر ، ومنہم من قدر الکثیر بقولہ : ہو الغدیر العظیم الذی لایتحرک احد طرفیہ ،، (الکوکب الدری 42/1).

حنفیہ نے اپنی توجیہ میں پہلا دعویٰ یہ کیا ہے کہ بئر بضاعہ عام معمولی کنوؤں کی طرح نہیں تھا ، جس سے محض اپنے پینے اور جانوروں کو پلانے اور دیگر ضروریات کے لیے پانی نکالا جاتا ہے ، بلکہ اس کے علاوہ باغ اور مزروعہ زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے بھی تھا ، اور ہمہ وقت اس سے رہٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی نکلتا رہتا تھا یا اندر گہرائی میں ایک مدخل ماء اور دوسرا مخرج ماء ، پانی ایک سے نکل کر دوسرے میں چلا جاتا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا ، بناء بریں بئر بضاعہ نہر جاری یا عین جاری کے حکم میں تھا ۔

لیکن جریان ماء بئر بضاعہ کی پہلی صورت واقعہ اور انسانی مشاہدہ کے خلاف ہے ، آب پاشی کے بہت کم ایسے کنویں ہوتے ہیں جن سے شب وروز ہمیشہ بلاناغہ اور بلا توقف ہر موسم میں برابر پانی نکالا جاتا رہے کما لایخفی علی احل الزرع اور حجاز کے کنوؤں کے متعلق بالخصوص بئر بضاعہ کے بارے میں جس کے پانی کی قلت کی کیفیت امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کی ہے ، یہ دعویٰ تو بالکل ناقابل فہم ہے ، اسی طرح جریان کی دوسری صورت بھی محض ادعا احتمال آفرینی ہے ۔ نیز ابوداؤد کی بیان کردہ کیفیت کے بھی مخالف ہے ۔ فلا یعبأ بہ ۔

دوسرا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ انجاس مذکورہ کے گرتے ہی اس کے اوصاف بدل جاتے تھے اور وہ نجس ہوجاتا تھا ، اس دعویٰ کو بالکل قرین عقل وفہم بتایا گیا ہے کما تقدم فی قول الطحاوی اور اس کے سوا اس پر کوئی حجت نہیں پیش کی گئی ، لیکن ہم جیسے نافہموں اور کم عقلوں کے نزدیک ، تو یہ اس وقت ہوسکتا ہے ، جب اس میں یہ تمام انجاس بیک وقت گریں اور جلدی نکالی نہ جائیں بلکہ دیر تک کنویں میں ان کو چھوڑ دیا جائے ، لیکن یہ خیال کہ وہ نجاستوں کو نکالتے نہیں رہے ہوں گے ان کے حالات سے ناواقفی کی دلیل ہوگی کما أشار إلیہ الشیخ الأجل الشاۃ ولی اللہ الدہولی فی حجۃ اللہ البالغۃ .

ان انجاس کا ہوا یا بارش کی وجہ سے کنویں میں بیک وقت گرنا ضروری نہیں ہے ، متفرق طور پر ''نتن ،، اور کبھی ''لحوم کلاب ،، گرتے رہے ہوں گے ، راوی نے بیان اور ذکر میں سب کو جمع کر دیا ہے ۔

پس معمولی مقدار میں گرنے والی نجاست کی وجہ سے زیادہ پانی کیوں کر اتنی جلد متاثر ہوسکتا ہے جس کا دعویٰ کیا جارہا ہے ، اور اگر بالفرض سب انجاس ایک ساتھ گرتے رہے ہوں گے ، تو تغیر اوصاف بغیر مکث اور استقرار نجاسات مذکورہ کے نہیں ہوسکتا اور صحابہ کے متعلق یہ بدگمانی کرنا کہ وہ یونہی ان کو چھوڑ دیتے رہے ہوں گے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے وإساء-ۃ الادب فی شأنہم ہو شأن الحنفیۃ ، لا شأننا .

تیسرا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ نجاستوں کے ساتھ سارے پانی کو نکال دیا جاتا تھا ۔ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں قائم کی گئی ، بجز اس کے کہ نجس پانی کو کنویں میں چھوڑ دینا صحابہ سے بعید ہے ۔ لیکن ہمارے نزدیک وہ پانی نہیں ہوتا تھا لعدم تغیر أوصافہ بسبب کثرتہ کما تقدم اور صحابہ کو اس کی طہارت میں شبہ تھا اس لیے انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا ۔

چوتھا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ جب پہلا پانی نجس ہوگیا تو اس کے متعلق صحابہ کا سوال کرنا ناممکن ہے ۔ سوال ماء جدید طاری کے بارے میں کیا گیا تھا ۔

ولا یمکن السوال عن الماء النجس القلیل حین لم تخرج النجاسۃ عنہ ، إذ من الظاہر أن الماء القلیل الذی وقع فیہ شئ من النجاسات ، لا یسأل عنہ عامی فضلاً عن الصحابۃ ، وکذلک لا یشرب بہ مؤمن فکیف بہذا النبی الاظہر الاکرم ،، الخ (الکوکب'' الدری ، 1/41) کذا قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار 1/12-13

اس دعویٰ کی بنا محض اس امر پر ہے کہ انجاس مذکورہ کے گرنے سے پانی کے اوصاف فوراً متغیر ہوجاتے تھے اور وہ فوراً ناپاک ہوجاتا تھا وقد قدمنا أنہ لا دلیل علی ذلک ففیہ بناء علی الفاسد .

نیز ماء جدید طاری کے متعلق شبہ کرنا اور اس کے متعلق آں حضرت ﷺ سے سوال کرنا (اگر اس کو صحیح مان لیا جائے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں) صحابہ کی طرف سوء فہم اور بلادت وغباوت کی نسبت کرنی ہے ولا یجتری علی ذلک إلا الحنفیۃ .

پانچواں دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ الف اور لام عہد خارجی کے لیے ہونا اصل ہے کما صرح بہ التفتازانی فی التوضیح والشریف الجرجانی فی بعض تصانیفہ اس لیے جواب میں بئر بضاعہ کے ماء جدید کا حکم بیان کیا گیا ہے نہ کہ مطلق پانی کا ، لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ، پس ہر ایک فریق کا قول واصل دوسرے پر حجت نہیں ہوسکتا ، اور اگر عہد خارجی کے لیے ہونا اصل ہو تو بھی حدیث ہمارے خلاف نہیں ہوگی ، کیوں کہ ہمارے نزدیک سوال اس پانی کے بارے میں تھا جس میں انجاس گری تھیں ۔ اور قبل تغیر وصف کے نکال دی گئی تھیں اور اسی پانی کے بارے میں شبہ بھی کرنا چاہیے تھا کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکۃ من العقل ۔ لہذا آپ نے جواب میں اسی پانی کا حکم بھی بیان فرمایا کہ جب نجاست نکال لی گئیں اور فوری اخراج کی وجہ سے پانی کے اوصاف میں تغیر نہیں پیدا ہوا یعنی وہ پانی کثیر مقدار (دو قلّہ سے بہت زائد) میں ہونے کی وجہ سے نجاست سے متاثر نہیں ہوا بلکہ اپنی فطری اور طبعی حالت پر باقی اور قائم رہا تو اس کے ظاہر رہنے میں شبہ نہیں کرنا چاہیے وہ بدستور پاک ہے ۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 169

محدث فتویٰ